إِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی
۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰
تواریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی	دوائی شفا بینی غرض دارالامان بینی

(ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی)

قیمت پیشگی سالانہ
۱۔ عوام سے ۔۔۔ صہ/
۲۔ خواص و معاونین سے ۔۔۔ عہ
۳۔ ہندوستان سے باہر ۔۔۔ ے
۴۔ غیر مذاہب والوں سے ۔۔۔ ۱۲/ے
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۔۔۔ ۱۲/۲
نوٹ عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کیوجہ سے کیا گیا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰

یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواہہم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

نمبر ۲۶ قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ جلد ۱۲

ملاقات

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۷ اپریل ۱۹۰۸ء بوقت ۱/۲ ۱۰ بجے
صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں

۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو ایک انگریز اور ایک لیڈی جنہوں نے اپنے آپ کو امریکہ (چکاگو) کے رہنے والے ظاہر کیا اور کہ وہ سیاحت کی غرض سے ملک بہ ملک پھر رہے ہیں اور ہندوستان میں بھی یہاں کے پولیٹیکل اور ریلیجس حالات سے واقفی حاصل کرنے کے واسطے آئے ہیں۔ لاہور سے بھمراہی ایک سکاچ انگریز قادیان میں قریب دس بجے کے پہونچے۔ مسجد مبارک کے نیچے کے دفتروں میں اُن کو اچھی طرح سے بٹھایا گیا۔ اور چونکہ انہوں نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی اس لئے حضرت اقدس بھی وہیں تشریف لے آئے۔ اور سلسلہ گفتگو مترجم (مترجم کا کام اول اول ڈپٹی علی احمد صاحب نے اور پھر جناب مفتی محمد صادق صاحب نے کیا) کے ذریعے یوں شروع ہوا۔

سوال۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے مسٹر ڈوئی کو کوئی چیلنج دیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب۔ ہاں یہ درست ہے ہمنے ڈوئی کو چیلنج دیا تھا۔

سوال۔ کس بنا پر آپ نے اس کو چیلنج دیا تھا؟

جواب۔ ڈوئی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں اور کہ خدا نے مجھے بذریعہ الہام یہ بتایا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا اور خود خدا تھا۔ اور کہ خود مسیح نے مجھے بحیثیت خدا ہونے کے ایسا الہام کیا ہے۔ اور کہ (نعوذ باللہ) اسلام تباہ ہو جاویگا اور کہ (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ جھوٹے نبی تھے۔

چونکہ ہمیں خدا نے بذریعہ اپنے الہام کے یہ بتایا ہے کہ مسیح نہ خدا نہ خدا کا بیٹا بلکہ صرف ایک پاکباز انسان اور رسول تھا۔ اور کہ ڈوئی اپنے اس دعوئ رسالت میں کاذب ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک ہی وقت میں اُسی ایک ہی خدا کیطرف سے ایک دوسرے کے بالکل متضاد اور مخالف راہوں پر چلنے والے دو رسول موجود ہوں۔ پس چونکہ اسطرح سے دنیا میں فساد پیدا ہوتا اور حق و باطل میں امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔ ہم نے اُسے صادق اور کاذب کے فیصلہ کرنے کیواسطے یہ چیلنج دیا۔

اگرچہ مسیح کو ابن اللہ اور پھر واحد و یگانہ خدا ماننے والے لوگ دنیا میں بہت پائے جاتے ہیں مگر اُنپر ایسا افسوس نہیں کیونکہ وہ خیالات اور عقائد صرف پرانے غلط اور مصنوعی قصے کہانیوں کی بنا پر ہیں۔ اور وہ لوگ منقولات کے پیرو ہیں۔ مگر ڈوئی نے تو اپنے اس دعوےٰ سے خدا پر ایک افترا کیا۔ اور اسطرح سے خدا پر تہمت باندھکر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہا تھا۔ اور وہ تو کہتا تھا کہ خود خدا نے مجھے ایسا بتایا ہے۔ اور بحیثیت ایک خدا کے رسول ہونے کے وہ مسیح کی ابنیت اور الوہیت کی منادی کر کے لوگوں کو گمراہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اُسے اس فیصلہ کے واسطے چیلنج دیا۔

سوال۔ ڈوئی نے تو ایک جھوٹا دعوےٰ کیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی صداقت ثابت نہیں کر سکا۔ اور بائبل میں لکھا ہے کہ آخر زمانے میں جھوٹے نبی آئیں گے۔ تو پھر آپ کے دعوےٰ کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟

جواب۔ فرمایا۔ بائبل میں جہاں یہ لکھا ہے کہ جھوٹے نبی آئینگے وہاں سچے نبی کے آنے کی نفی تو نہیں کیگئی۔ یہ تو نہیں لکھا کہ سچا نہیں آئیگا بلکہ جھوٹے نبیوں کا آنا خود بخود اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ انہیں سچا بھی ہوگا۔

سوال۔ حضرت مسیحؑ نے مردے زندہ کئے تھے۔ چنانچہ ایک شخص جسکا نام ۔۔۔ اُسے زندہ کرنا ثابت ہے۔ اور بائبل حضرت مسیحؑ کی وفات کے بہت جلدی بعد ہی ضبط تحریر میں لائی گئی۔ اور بجز حضرت مسیحؑ کے کسی اور کا مردے زندہ کرنا ثابت نہیں ہے۔ پس یہ شہادت انکے دعوےٰ کی دلیل اور ثبوت کے واسطے کافی ہے۔

جواب۔ مردوں کا زندہ ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

ہاتھ پر بھی قرآن شریف میں مذکور ہے مگر ہم آنحضرتؐ کے مُردے زندہ کرنیکو روحانی رنگ میں مانتے ہیں نہ کہ جسمانی رنگ میں۔ اور اسیطرح حضرت عیسےٰؑ کا مردے زندہ کرنا بھی روحانی رنگ میں مانتے ہیں نہ کہ جسمانی طور پر۔

اور یہ امر کوئی حضرت عیسےٰؑ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بائیبل میں لکھا ہے کہ ایلیا نبی نے بھی بعض مردے زندہ کئے تھے۔ بلکہ وہ حضرت عیسےٰؑ سے اس کام میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اگر فرضِ محال کے طور پر ہم مان بھی لیں کہ بائیبل میں حضرت عیسےٰؑ کا حقیقی مردوں کے زندہ کرنیکا ذکر ہے تو پھر ساتھ ہی ایلیا نبی کو بھی خدا ماننا پڑیگا۔ اس میں حضرت عیسےٰؑ کی خدائی کی خصوصیت ہی کیا ہوئی۔ اور مابہ الامتیاز کیا ہوا۔

بلکہ یسعیا نبی کے متعلق تو یہاں تک بھی لکھا ہے کہ مردے انکی جسم سے چھو جانے پر ہی زندہ ہو جایا کرتے تھے۔ ان باتوں سے جو کہ اس بائیبل میں درج ہیں صاف شہادت ملتی ہے کہ مردوں کا زندہ کرنا حضرت مسیحؑ کی خدائی کیواسطے کوئی دلیل نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اس کو دلیل مانا جاوے تو کیوں ان دوسرے لوگوں کو بھی جنہوں نے حضرت مسیح سے بھی بڑھکر یہ کام کیا خدا نہ مانا جاوے۔ اور خدائی کا خاصہ صرف حضرت مسیح کی ذات تک ہی محدود و مخصوص رکھا جاوے۔

بلکہ ہمارے خیال میں تو حضرت موسےٰؑ کا سوٹے کا سانپ بنانے کا معجزہ مردے زندہ کرنے سے بھی کہیں بڑھکر ہے کیونکہ مردہ کو زندہ سے ایک تشبیہہ اور لگاؤ بھی ہے۔ کیونکہ وہی چیز ابھی زندہ تھی اور مردے میں زندہ ہونیکی ایک استعداد خیال کیجا سکتی ہے۔ مگر سانپ کو سوٹے سے کوئی بھی نسبت اور تعلق نہیں ہے۔ وہ ایک نباتات کی قسم کی چیز اور وہ سانپ تو یہ سوٹے کا سانپ بن جانا تو مردوں کے زندہ ہو جانے کی نہایت ہی عجیب بات ہے۔ لہذا حضرت موسےٰؑ کو بڑا خدا ماننا چاہیئے۔ مگر حقیقی اور اصلی بات یہ ہے کہ ہم حقیقی مردوں کی زندگی کے قایل نہیں ہیں۔

سوال۔ حضرت مسیحؑ ازلی ابدی ہیں۔ اور اب بھی زندہ ہیں۔ اور اس وقت خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں۔ ان کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس میں یہ خاصے پائیجاتے ہوں؟

جواب۔ ہم قطعی طور سے انکار کرتے ہیں کہ کوئی حقیقی مردے بھی زندہ کرسکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ فیمسک التی قضےٰ علیھا الموت الخ۔ باقی رہے آپ کے دعوے سو ہم انکو بغیر کسی دلیل کے قبول نہیں کرسکتے۔ مردوں کے زندہ کرنے کے ساتھ ان کا خود ازلی ابدی ہونا اور اب زندہ اور خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہونا بھی آپ کے دعوے ہیں جنکی کوئی دلیل آپ نے پیش نہیں کی۔ اور دلیل کی جگہ ایک اور دعوے پیش کر دیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کو بھی ہم اور انبیاء کی طرح خدا کا ایک نبی یقین کرتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ خدا کی راہ میں صدق اور اخلاص رکھنے والے لوگ خدا کے مقرب ہوتے ہیں۔ جسطرح خدا نے اپنے اور مخلص بندوں کے حق میں بباعث اُن کے کمال صدق اور محبت کے بیٹے کا لفظ بولا ہے اس طرح سے حضرت عیسےٰؑ بھی اُنہی کی ذیل میں ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ میں کوئی ایسی بڑی طاقت نہ تھی جو اور نبیوں میں نہ پائی جاتی ہو۔ اور نہ ہی اُن میں کوئی ایسی نئی بات پائیجاتی ہے جس سے دوسرے محروم رہے ہوں۔ اگر حضرت عیسیٰؑ میں مردے زندہ کرنے کی طاقت تھی تو اب بھی ان کا کوئی پیرو مردے زندہ کرکے دکھائے۔ مردے زندہ کرنے تو درکنار بلکہ ہمارے مقابلہ میں کوئی نشان ہی دکھا دیوے۔

دیکھو انسان اپنے انسانی حدود اور ہیئت کے اندر ترقی مدارج کرسکتا ہے۔ نہ یہ کہ وہ خدا ہی بن سکتا ہو۔ جب انسان خدا بن ہی نہیں سکتا تو پھر ایسے نمونے کی کیا ضرورت جس سے انسان فائدہ نہیں اٹھا سکتا انسان کے واسطے ایک انسانی نمونے کی ضرورت ہے جو کہ رسولوں کے رنگ میں ہمیشہ خدا کیطرف سے دنیا میں آیا کرتے ہیں نہ کہ خدائی نمونہ کی جس کی پیروی انسانی مقدرت سے ہی باہر اور بالاتر ہے۔ ہم حیران ہیں کہ کیا خدا کا منشا انسانوں کو خدا بنانے کا تھا کہ اُن کے واسطے خدائی کا نمونہ بھیجا تھا۔

پھر یہ اور بھی عجیب بات ہے کہ خدا ہوکر پھر یہود کے ہاتھ سے اتنی ذلت اٹھائی اور رسوا ہوا۔ اور ان پر غالب نہ آسکا۔ بلکہ مغلوب ہوگیا۔

سوال۔ آپ نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی سچائی کے دلایل کیا ہیں؟

جواب۔ میں کوئی نیا نبی نہیں۔ مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں توریت میں جن انبیاء کا ذکر ہے اور آپ اُن کو سچا مانتے ہیں جو دلایل اُنکی صداقت کے اور انکو نبی اور خدا کا فرستادہ یقین کرنے کے ہیں وہ آپ پیش کریں اُنہی دلایل سے میری صداقت کا ثبوت ملجاویگا۔ جن دلایل سے کوئی سچا نبی مانا جاسکتا ہے وہی دلایل میرے صادق ہونیکے ہیں۔ میں بھی منہاج نبوت پر آیا ہوں۔

سوال۔ نہیں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے وہ دلائل سنیں جن سے آپکو اپنے صدق کا یقین ہوا۔ اور آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟

جواب۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے کلام سے اس بات کا علم دیا ہے اور خدا تعالیٰ کیطرف سے آنیوالے لوگوں کے ساتھ خدائی نشان ہوتے ہیں جو کہ اقتداری اور غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیوں کے رنگ میں انکو عطا کئے جاتے ہیں۔ کوئی دشمن اُن پر فتح نہیں پاسکتا۔ اور باوجود کمزور اور ناتوان۔ اور بے سرو سامان۔ بے یار و مددگار ہونے کے انجام کار انہی کی فتح ہوتی ہے۔ اُنکی مخالفت کرنیوالوں کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے۔ منجملہ ہزاروں نشانات کے آپ لوگوں کے واسطے تو ایک ڈوئی کا معاملہ ہی جو کہ آپ کے ملک میں ہی ظہور میں آیا اگر غور کریں تو کافی ہے وہ دعوے کرتا تھا کہ مسیح خدا ہے۔ مگر ہمارے خدا نے ہم پر یہ ظاہر کیا کہ وہ خدا نہیں بلکہ ایک عاجز انسان ہیں تب ہم نے اُس سے اس معاملہ میں خط و کتابت کی۔ مگر وہ اپنے دعوے سے باز نہ آیا۔ آخر ہم نے خدا سے خبر پاکر اُسکی ہلاکت اور نامرادی کی پیشگوئی کی۔ جو ہماری زندگی میں پوری ہونی ضروری تھی چنانچہ ویسا ہی ظہور میں آیا۔ اور وہ پیشگوئی کے مطابق نہایت ذلت اور عذاب سے صادق کی زندگی میں ہی ہلاک ہوگیا۔ اب کوئی غور کرنیوالا دماغ اور مان لینے والا دل چاہیئے کہ اسمیں غور کرے کہ آیا یہ پیشگوئی اس قابل ہے یا کہ نہیں کہ اس کو خدا تعالیٰ کیطرف سے یقین کیا جاوے۔ یا کیا یہ بھی کوئی انسانی منصوبہ ہے۔

دوم۔ آپ لوگوں کا یہاں آنا بھی تو ہمارے واسطے ایک نشان ہے۔ جو اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو شاید آپ یہاں آنے میں بھی مضایقہ اور تامل کرتے۔ اصل میں آپ لوگوں کا اتنے دور دراز سفر کرکے یہاں ایک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ایک پیشگوئی کے نیچے ہے اور ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان اور دلیل ہے۔ کہاں امریکہ اور کہاں قادیان۔

مردے زندہ کرلینا تو ایک طرف دہرا رہ گیا ایک کوڑھی (مجذوم) تو صحت یاب ہو نہ سکا۔ اور اُسے تو حضرت مسیح چنگا نہ کرسکے۔ تو مردے زندہ کرنا کیسا۔ وہ باتیں تو ہزاروں سال کی ہیں۔ اور خدا جانے اُن میں کیا کچھ ملاوٹیں ہوگئی ہیں۔ اور وہ تو صرف قصے کہانیوں کے رنگ میں باقی رہگئی ہیں۔ جو اُنکی صداقت کا کوئی نشان یا اُن کے سچے ہونے کے کوئی آثار ہی پائیجاتے تو بھی اُن کو مان لینے کی ایک راہ ہوتی مگر وہ تو اب باتیں ہی باتیں اور نرے دعوے ہی دعوے ہیں۔ مگر ہم تو آجکل کی موجودہ اور زندہ مثال پیش کرتے ہیں۔

سوال۔ ڈوئی کے اس انجام کا تو ہر شخص اندازہ لگا سکتا تھا کیونکہ اُس نے ایک جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ اور یہ صاف بات ہے کہ جھوٹا مدعی ذلیل ہوا کرتا ہے۔

ہم تو آپ کے دعویٰ کی عظمت کیوجہ سے یہاں آئے ہیں کہ اتنا بڑا دعویٰ کرنیوالا انسان کیسا ہوگا نہ یہ کہ آپ کے لئے نشان بننے کے واسطے آئے ہوں۔

جواب۔ فرمایا کہ اگر ڈوئی کو آپ لوگ ایسا ہی سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور خدا پر بہتان باندھ رہا ہے تو پھر کیا اسی یقین سے آپ لوگوں نے لاکھوں بلکہ کروڑوں روپوں کے نذرانے اُسے دیئے؟ اور بیش قیمت تحایف اس کے واسطے دور دراز سے مہیا کئے؟ اور اس کی حد سے زیادہ عزت کی؟ حتے کہ دس ہزار سے بھی زیادہ لوگ اُس کے مریدین گئے؟ تعجب کی بات ہے کہ ایک انسان کو باوجود جھوٹا یقین کرنے کے بھی کوئی یہ عزت و عظمت دیتا ہو؟ اور اپنا مال و جان اُس پر نثار اور تصدق کرتا ہو؟

اور دوم کے لئے ان کو سنانا چاہیئے کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ ایک فرد واحد بھی ہمارا واقف نہ تھا۔ اور کسیکو ہمارے وجود کا علم تک بھی نہ تھا۔ بلکہ بہت کم لوگ تھے جنکو قادیان کے نام سے ہی واقفیت ہوگی ہمیں کہ ہماری طرف کسی کا خط تک بھی نہ آتا تھا

اور ہم ایک گمنامی کیحالت میں پڑے ہوئے تھے اُس زمانے میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ الہام ہوا کہ یأتون من کل فج عمیق - اور یأتیک من کل فج عمیق - اور ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس اور بعض اس مضمون کے الہام زبان انگریزی میں بھی تھے حالانکہ ہم زبان انگریزی سے بالکل ناآشنا ہیں - اور یہ سب خبریں اس زمانہ کی ہیں جبکہ ان کے کچھ بھی آثار موجود نہ تھے - اور ہماری اُس وقت کی حالت کو دیکھنے اور جاننے والے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس حالت میں ایسی خبروں کے امکان کا وہم و گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا - بلکہ ان الہامات کے بعد اندرونی اور بیرونی طور سے یعنی خود اپنی قوم بھی اور دیگر عیسائی اور ہندو وغیرہ بھی سب دشمن ہوگئے - مگر باوجود ان سب امور کے اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہی اور اُس نے ایسی ایسی تائیدات کیں کہ اب اس وقت چار لاکھ یا اس سے بھی کچھ زیادہ انسان ہمارے ساتھ ہیں - اور دور دراز سے آتے ہیں - تحفے تحائف اور نقد و جنس جن کے وعدے خدا تعالےٰ کے کلام میں کئے گئے تھے سب پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں -

پیشگوئیوں کو اُن کے تمام لوازم پیشگوئی کے وقت اور حالت سے دیکھنا چاہیئے - اور پھر اُس کا انجام دیکھنا چاہیئے کہ کس کروفر سے پورا ہوا - اگر کسی مفتری کے سوانح میں بھی اسکی نظیر ہے تو پیش کرو - اور اگر ہم اس پیشگوئی کے ماننے سے انکار ہے تو کوئی نظیر دو کہ بجز خدا کی تائید اور نصرت کے کسی مفتری نے بھی ایسا عروج پا لیا ہو -

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا لڑکا عبد السلام حضرت اقدسؑ کے نزدیک کھڑا تھا - حضرت اقدسؑ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُن انگریزوں کے روبرو کیا اور فرمایا کہ ان کو سمجھایا جاوے کہ اگر مثلاً یہ لڑکا آج اس حالت میں پیشگوئی کرے کہ میں ستر برس کی عمر پاؤنگا - یا لاکھوں انسان دور دراز کی راہوں سے میرے دیکھنے کے واسطے آئیں گے - یا کوئی اور عظیم الشان انقلاب کی خبر دے تو کیا ایسی پیشگوئیوں کی اسکی موجودہ حالت کے لحاظ سے کچھ وقعت کیجاویگی؟ اور پھر اگر بالفرض جو کچھ اس نے اس حالت میں کہا ہو وہ ایک وقت پورا ہو جاوے تو اُس وقت اس کو کوئی جھوٹا کہہ سکیگا؟ یا کسی کو یہ کہنے کا استحقاق ہوگا کہ یہ امر انسانی منصوبوں یا تدبیروں سے اسے حاصل ہوا ہے -؟

حضرت اقدسؑ کے اتنے بیان کے بعد اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہاں ہم اسے تسلیم کرتے ہیں کہ پیشگوئیاں ثبوت دعویٰ کی ایک دلیل ہوتی ہیں

مگر

سوال - ہم کوئی اور دلیل بھی سننا چاہتے ہیں -

جواب - فرمایا اور دلیل قبولیت دعا ہے - اس موقع پر حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرزند صاحبزادہ عبد الحی بھی حضرت اقدسؑ کے قریب ہی موجود تھا - حضرت حکیم الامۃ نے اُسے آگے کر دیا اور حضرت نے اُسے بازو پکڑ کر اُن لوگوں کے روبرو کر کے یوں فرمایا کہ - ایک شخص تھے جو کہ مولویصاحب کا دشمن تھا اُس نے آپ کے متعلق یہ کہا تھا کہ آپ ابتر ہیں - اور اشتہار بھی شایع کر دیا تھا - اسپر ہم نے دعا کی - وہ جناب الٰہی میں قبول ہو گئی - اور ہمیں بتایا گیا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا یہ نشان ہوگا کہ اس کے بدن پر پھنسیاں ہونگی - اور یہ اسکی پیدائش کے ۶ برس پہلے کا واقعہ ہے - چنانچہ خدا کے فضل سے لڑکا پیدا ہوا - اور اس کے بدن پر پھنسیاں نکلیں - جن کے داغ اب تک موجود ہیں - علاوہ ازیں اور ایسے ہزاروں نمونے قبولیت دعا کے موجود ہیں -

سوال - آپ کے آنیکا مقصد کیا ہے؟ اور اب آیندہ کیا ہوگا؟

جواب - فرمایا کہ ہمارے آنیکا یہ مقصد ہے کہ عیسائیوں ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو غلطیاں خواہ وہ عملی ہوں یا اعتقادی پیدا ہوگئی ہیں انکی اصلاح کیجاوے -

بھلا آپ ہی بتائیں کہ آیا عیسائیت یورپ میں اپنی اصلیت پر ہے؟ یا عیسائیوں نے توریت یا انجیل کی تعلیم کے کسی نقطہ پر بھی عمل کیا ہے؟

تمام یورپ کی عملی حالت کیا ہو رہی ہے؟ آیا ان لوگوں کے دلوں میں خدا پر بھی ایمان ہے؟ اور کیا ان کو خدا کا خوف بھی ہے؟

(ان باتوں کے جواب میں انگریز نے صاف اقرار کیا کہ واقعی نہ تو توریت پر عمل ہے اور نہ ہی یورپ کی عملی حالت درست ہے)

فرمایا کہ ہمیں خدا نے بتایا ہے کہ حضرت مسیحؑ خدا کے ایک برگزیدہ بندے اور نبی تھے - یہ نہیں کہ وہی ایک ہی ایسا نمونہ تھے - اور پھر خدا نے اپنا فیضان کسی پر نازل نہیں کیا اور ہمیشہ کے واسطے ایسے برکات کا دروازہ بند کر دیا ہو - بلکہ وہ خدا جسکی شان بلند ہے اور وہ تمام ملکوں کا ایک اکیلا خدا ہے اُس نے اپنے فیضان بھی تمام ملکوں پر کئے ہیں -

دیکھو توریت چھوڑ دیگئی - اسکی تعلیمات کی کچھ پرواہ نہیں کیجاتی - اسمیں ہزاروں غلطیاں لگائی گئی ہیں - حضرت عیسیٰؑ کی شان کی بے ادبی کیجاتی ہے کیونکہ ان کو خواہ نخواہ خدا بنایا جاتا ہے - کیا یہ کافی نہ تھا کہ اُن کو خدا کے ایک برگزیدہ بندے مانکر انکی پیروی کیجاتی؟ اور اُن کے نقش قدم پر اُن کا نمونہ اور رنگ اختیار کیا جاتا -

انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ خدا بن جاوے - تو پھر ایسے نمونے کیوں دیئے جاتے ہیں؟ جب کسی کو کوئی نمونہ دیا جاتا ہے تو اس سے نمونہ دینے والیکا یہ منشا ہوتا ہے کہ اس نمونہ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کیجاوے اور پھر وہ اس شخص کی طاقت میں بھی ہوتا ہے کہ اس نمونے کے مطابق ترقی کر سکے - خدا جو فطرت انسانی کا خالق ہے - اور اُسے انسانی قویٰ کے متعلق پورا علم ہے - اور کہ اُس نے انسانی قویٰ میں یہ مادہ ہی نہیں رکھا کہ خدا بھی بن سکے تو پھر کیوں اُس نے ایسی صریح غلطی کھائی - کہ جس کام کے کرنے کی طاقت ہی انسان کو نہیں وہی اُس کام کے کرنے کے واسطے اسے مجبور کیا جاتا کیا یہ ظلم صریح نہ ہوگا؟ رسالت اور نبوت کے درجہ تک تو انسان ترقی کر سکتا ہے - کیونکہ وہ انسانی طاقت میں ہے - پس اگر حضرت عیسیٰؑ خدا تھے تو اُن کا آنا ہی لاحاصل ٹھہرتا ہے - اور اگر اُن کو نبی اور رسول مانا جاوے تو بے شک مفید ثابت ہوتا ہے -

پھر اس میں خدا تعالےٰ کی بھی ہتک اور بے ادبی لازم آتی ہے - گویا خدا نے بخل کیا کہ اپنے تجلیات کا مظہر صرف ایک ہی شخص کو ٹھہرایا اور اپنے فیوض کو صرف حضرت عیسیٰؑ تک ہی محدود کر دیا - غور تو کرو اگر کسی بادشاہ کی رعایا صرف ایک فرد واحد ہی ہو تو کیا اس میں اُس بادشاہ کی تعریف ہے یا ہتک؟ یا اگر یہ کہا جاوے کہ بادشاہ کا فیض اور انعام صرف ایک خاص نفس واحد تک ہی محدود ہے تو پھر اس میں اُس بادشاہ کی کیا بڑائی ہوگی؟

پس جب خدا کے کروڑوں بندے دنیا کے مختلف ممالک میں موجود تھے تو کیا وجہ کہ خدا نے اپنے فیوض کو صرف بنی اسرائیل ہی تک محدود رکھا - دیکھو بند پانی بھی آخر کار گندہ ہو جاتا ہے اور کیچڑ کی صحبت سے اس میں ایک قسم تعفن پیدا ہو جاتا ہے - تو پھر خدا کے اوپر ایسا بہتان باندھنا کہ اُس کے فیوض اور برکات صرف ایک خاص قوم تک ہی محدود اور بند ہیں خدا کی شان کی ہتک ہے اور بے ادبی ہے -

حضرت عیسیٰؑ کے خدا بنانے میں فایدہ کیا - اور انکی شان میں ترقی کیا؟ بلکہ اُلٹی اسمیں تو اُنکی ہتک اور کسر شان ہے - مردمی اس میں ہے کہ جو کام وہ کرتے تھے وہ کام کئے جاویں - اور انکی تعلیم پر عمل درآمد کر کے اچھا نمونہ دکھانے کے ذریعہ دکھایا جاوے کہ وہ خود اعلےٰ قسم کے انسان تھے - اور اُن کے انفاس میں تزکیہ کا اثر اور تعلیم میں اعلےٰ درجہ تک ترقی کرنے کی طاقت موجود تھی - زبانی تعریف کرنے میں غلو کرنے سے کیا فائدہ؟ کیا انکی تعلیم کا اثر اُسی زمانہ تک محدود تھا؟ یا اب بھی ہے؟ اور اگر ہے تو کہاں؟ اور کس ملک میں؟

افسوس آتا ہے اگر عیسیٰؑ اب آجاویں تو وہ تو اس قوم کو پہچان بھی نہ سکیں - ہم اُن سے محبت رکھتے ہیں اور

آپ محبت نہیں رکھتے ہونگے۔ کیونکہ آپ کو انکی خبر نہیں۔ ہم نے تو اُن کو بارہا دیکھا ہے۔

بلکہ ہم تو جانتے ہیں کہ اب بھی خود آپ لوگوں کے گھر میں ہی تفرقہ ہے۔ اختلاف ہے۔ بعض ایسے فرقے عیسائیوں میں اب بھی موجود ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا نہیں مانتے بلکہ صرف ایک برگزیدہ نبی مانتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ تو جب گھر میں ہی اختلاف ہے تو کیوں وہ راہ اختیار نہیں کیجاتی جو سلامتی کی راہ ہے؟ اور کیوں وہ راہ ترک نہیں کیجاتی جو کہ بالاتفاق خطرناک ثابت ہو چکی ہے؟

باقی رہا یہ کہ اب دنیا میں کیا ہوگا سو اس کے متعلق ہم صرف اتنا کہدینا کافی سمجھتے ہیں کہ دنیا اپنی اس موجودہ حالت پر نہیں رہے گی بلکہ اس میں ایک عظیم الشان تغیر اور انقلاب واقع ہوگا۔

سوال۔ مسیح کو آپ نے کس طور سے دیکھا ہے؟ آیا جسمانی رنگ میں دیکھا ہے؟

جواب۔ فرمایا کہ ہاں جسمانی رنگ میں اور عین حالت بیداری میں دیکھا ہے۔

سوال۔ ہم نے بھی مسیح کو دیکھا ہے اور دیکھتے ہیں مگر وہ روحانی رنگ میں ہے کیا آپ نے بھی اسی طرح دیکھا ہے؟ جسطرح ہم دیکھتے ہیں؟

جواب۔ نہیں ہم نے اُن کو جسمانی رنگ میں دیکھا ہے اور بیداری میں دیکھا ہے۔

اس تقریر کے بعد حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ان کے واسطے چائے تیار ہے لہذا ان کو چائے پلائی جاوے اور اس طرح سے جلسہ برخاست ہوا۔

انگریزوں نے حضرت اقدسؑ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور کچھ کھانا اور چائے پینے کے بعد مدرسہ کو دیکھتے ہوئے جہاں ایک طالب علم ہائی کلاس محمد منظور علی شاکر نے سورہ مریم کی چند ابتدائی آیات نہایت خوش الحانی سے پڑھکر سنائیں۔ کیونکہ اُس وقت اُن کی قرآن شریف کی گھنٹی تھی۔ قرآن شریف سنکر وہ خوش ہوئے اور پھر بٹالہ کو چلے گئے۔

کھانا کھانے کے میز پر بیٹھے ہوئے انہوں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے ایک سوال کیا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد کیا ہوگا؟ جس کا جواب مفتی صاحب موصوف نے یوں دیا کہ آپ کی وفات کے بعد وہ ہوگا جو خدا کو منظور ہوگا۔ اور جو ہمیشہ انبیاء کی موت کے بعد ہوا کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

صدائے فقیر[1]

از منشی نعمت اللہ گوہر

صدا سنانے کو مہدی در پہ آئے فقیر
ملے ہمیں بھی تو کچھ صدقہ مسیحیت
سنا ہے آپ کے در پر جو مانگنے آئے
سنا ہے آپ محمدؐ کے لاڈلے ہیں حضور
سنا ہے آپ مسیحِ خدا و مہدی ہیں
سنا ہے آپ ہی عیسیٰ ہیں آپ ہی موسےٰ
ہیں آپ نورِ محمدؐ کے آج ٹھیکیدار
جھکے ہیں آپکے در پر سب اغنیا و گدا
ہمیں بھی جبکہ نصیبا ہمارا جاگ اٹھا
ہیں خود بخود نکل آئے زبان سے اشعار
دعا یہ کیجئے بگڑی ہماری بن جائے

بہلا ہو شاہا ملے کچھ بنام ربِ قدیر
کیا ہے آپ کو اللہ نے غنی و امیر
جو بینوا ہو بناتے ہو ایک دم میں امیر
ہے رتبہ آپ کا برتر ز شبر و شبیر
ہیں آپ چرخِ رسالت کے آج بدرِ منیر
خلیلؑ و آدمؑ اور احمدؐ بشیر و نذیر
دکان سے آپ کی ملتی ہے نور کی تنویر
ہے بیشک آپ کا در مرجع صغیر و کبیر
ہے آئی ہے در دولت پہ آپکے تقدیر
ہمارا درد بھرا دل ہے شائق تفسیر
یہی ہے آرزوئے مرسلِ خدائے قدیر

پر ایسا سوز دعا میں تری مسیحا ہو
کہ ایک دم میں فقیروں کا پار بیڑا ہو

ہم آج مہدیا در پہ جو تیری آئے ہیں
دل و جگر میں ہیں ناسور اور سینہ ریش
کسی طبیب سے جب اپنا دردِ دل تھا
جو رہ پڑی ترے دار الاماں میں مہدی
بنے ہیں پھول تری گلشنِ محبت میں
زہے نصیب اگر یہ قبول ہو جائیں
دعا یہ کیجئے بگڑی ہماری بنجائے

نہ پوچھو کیا کیا خیالات ساتھ لائے ہیں
کباب ہوکے غرض تیرے آگے آئے ہیں
تو آخرش ترے دار الشفا میں آئے ہیں
انہوں نے جنت ماویٰ میں گھر بسائے ہیں
ہمارے زخم جگر خوب رنگ لائے ہیں
اگر تیری نذر کے قابل یہ پھول لائے ہیں
اسی غرض کیلئے تیرے در پہ آئے ہیں

پر ایسا سوز دعا میں تری مسیحا ہو
کہ ایک دم میں فقیروں کا پار بیڑا ہو

کبھی تو یاد کرو ہمکو شب کے گھنٹوں میں
سحر بجر ہی ہوں جسوقت نیند کے ماتے
سیاہ زلف ہو پھیلائے شب جب کھولی
ترے دعائیں ہوں ٹکراتی عرش سے جسدم
برسنے جب تری گہر یہ ہوں نور کے بادل
ہمیں بھی یاد کرو ایسے وقت میں اکبار
دعا یہ کیجئے بگڑی ہماری بنجائے

مرے پیارے تہجد کی اُن دعاؤں میں
پرند سوتے ہوں جب اپنے آشیانوں میں
ہو کھلبلی پڑی انجم کی پہرہ داروں میں
جسد زمین پہ ہو۔ جان تیری آسمانوں میں
ہو آسماں پہ چرچا ں جنیں فرشتوں میں
سوا ہو رتبہ ترا اے مسیح پاکوں میں
شمار اپنا بھی ہو تا کہ کامیابوں میں

پر ایسا سوز دعا میں تری مسیحا ہو
کہ ایک دم میں فقیروں کا پار بیڑا ہو

۴۴
یہی ذریعہ تری قرب کا ہے اے پیارے || کہاں فقیر نے دولت کے گنج پائے ہیں

---

[1] جو کہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے حضور سنائی گئی۔

درد دل کی ایک نصیحت

درس قرآن شریف جو کہ ہمارے قادیان میں سے ایک پر لذت - پُر ذوق اور سرور بخش نعمت اور قرآن شریف کے سچے عاشق - بہی خواہ مخلوق - اور ہمدرد بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور بہی خواہی کے سچے جوشوں کا نتیجہ ہے - اور وہ حقائق و معارف قرآنی کے سیکھنے کا ایک نہایت عمدہ ذریعہ بچے سے لیکر جوان اور بوڑھے تک کے لئے مفید اور سراپا نور ہے - جو کہ ہر روز نماز عصر کے بعد مسجد اقصےٰ میں حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے ہیں - اس میں یکم اپریل ۱۹۰۸ء کو پُر درد الفاظ میں درد دل سے ایک نصیحت حضرت حکیم الامت رضے اللہ تعالیٰ عنہ نے زیر آیت ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ فرمائی درج ذیل کیجاتی ہے۔

فرمایا شکر (کسی نعمت کی قدر کرنا) سے انعامات میں زیادتی ہوتی ہے اور کفر (بے قدری) سے انعامات چھن جاتے ہیں اور عذاب لازم ہو جاتا ہے - دیکھو تم سب کے لئے جنہوں نے اس امام کے وقت کو خدا کے فضل سے پایا ہے پھر تم کو توفیق ملی کہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر تم نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اقرار کیا سوچنے کا مقام ہے کہ کس قدر لمبے زمانے اور مدتہائے دراز کے انتظار کے بعد حضرت محمد مجتبےٰ احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد گویا تیرہ سو برس کی شدید انتظار کے بعد اس امام کا وقت پایا - دیکھو اتنی مدت مدید کے بعد آیا ہے اور پھر یہ کہ اس نے تم میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہنا - پس اس تھوڑے سے زمانے کی قدر کرو - اور اس فرصت کو غنیمت جان کر کچھ کر لو - کچھ سیکھ لو - کچھ روحانی ترقی کر لو۔

دیکھو یہ انتشار روحانیت اور فیض الٰہی اور برکات کے نزول کا وقت ہے - وہ مدارج جو کسی کو ہزار ہا سر زنی اور مجاہدات اور ریاضات سے بھی نصیب نہیں ہوتے وہ اس وقت تھوڑی سی توجہ - تھوڑی سی سعی تھوڑی سی کوشش اور تھوڑی سی دلی تڑپ پیدا ہونے پر میسر آسکتے ہیں - دیکھو وقت ہے امام کی زندگی میں ہی اپنے ایمان کو ایسا مضبوط کر لو - اور ایسی ترقی کر جاؤ کہ پھر تمہیں باد صرصر ہلا نہ سکے - تم اس درخت کیطرح بنجاؤ کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ

دیکھو زمانہ نبوت کو اللہ تعالےٰ نے بارش کے ساتھ تشبیہ دیکر بارہا قرآن شریف میں انسان کو اس امر کیطرف متوجہ کیا ہے کہ جسطرح برسات سے پہلے زمین مردہ ہوتی ہے اور گرد و غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا سبزی کا گویا نام نشان ہی نہیں ہوتا - مگر آسمان سے بارش ہونے کے ساتھ ہی زمین پر ہزاروں قسم کی سبزی اور روئیدگی اُگ آتی ہے - اور ہر قسم کی زمینوں میں مختلف قسم کی سبزی نظر آنے لگ جاتی ہے - اور ہر زمین اپنے بیج اور اپنی استعداد کے موافق نشو و نما کرتی ہے پھر بعض ان میں سے ایسی قسم کے پودے ہوتے ہیں کہ بارش کے زمانہ گذرنے کے ساتھ ہی دھوپ لگی اور وہ مرجھائے حتےٰ کہ بعض قسم کی روئیدگی کا تو دو چار دن کی دھوپ اور بارش کے وقفہ سے نام و نشان ہی نہیں رہتا - مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ایام بارش میں ایسی ترقی کر چکتے ہیں اور انکی جڑیں ایسی مضبوط ہو جاتی ہیں کہ پھر ان کو دھوپ کی پرواہ نہیں ہوتی اور وہ بڑھتے ہیں - پھیلتے ہیں - پھلتے اور پھولتے ہیں - اور بار ور اور باثمر ہوتے ہیں - انسان - حیوان - چرند پرند اُن سے اپنا پیٹ پالتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پس روحانی بارش میں بھی بعینہ وہی نقشہ موجود ہے - اور تدبر کرنیوالوں کے واسطے اسمیں بڑے بڑے برکات اور اور ترقی کے سامان موجود ہیں۔

دیکھو مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم جیسا جوش سے کہنے والا - درد دل سے نصیحت کرنیوالا اور تمہاری خیر خواہی کی سچی تڑپ رکھنے والا بھی کبھی کوئی انسان ہوگا؟ ہرگز نہیں - وہی چل بسے دیکھو عبرت کا مقام ہے - عبرت پکڑو اور کچھ کر لو - وقت کو غنیمت جانو اور اسے ضائع مت کرو۔

دنیوی ضروریات کو پہلا تم قادیان سے باہر رہ کر پورا نہیں کر سکتے تھے؟ بلکہ میرے خیال میں اس سلسلہ سے الگ رہ کر اور قادیان سے باہر بطریق اولےٰ دنیوی ضروریات پوری ہو سکتیں تھیں - تو پھر تم نے اپنے ملک چھوڑے - خویش و اقارب چھوڑے - مال و منال چھوڑے - اور قوم سے کفر اور گمراہی کے فتوے سنے - بدنام ہوئے - اب اگر خدا سے ہی تمہارا پورا تعلق اور واسطہ نہ ہو - اور خدا کے رسول کی نظروں میں تم حقیقی اور سچے معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ثابت نہ ہو جاؤ - تو پھر تمہارا کیا حال - تم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے - دیکھو میں تم سب کو اور حضرت اقدس کی اولاد کو بھی (اگر اُن میں سے کوئی اسجگہ موجود ہے تو ورنہ اُن کو اطلاع دی دیجاوے) درد مند دل سے تاکیداً نصیحت کرتا ہوں کہ خوش قسمتی سے یہ موقع خدا نے ہم لوگوں کو عطا کیا ہے کچھ کر لینا چاہیئے - اور آئندہ نسلوں کے لئے ایک اچھا نمونہ چھوڑنا چاہیئے شیعہ قوم کیطرف غور تو کرو - ان کو انکی بدقسمتی سے کیسی ٹھوکریں لگی ہیں - حالانکہ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے حالات میں تو کوئی بھی ایسا رخنہ اور جائے اعتراض موقع نہ تھا اور وہ خدا کے برگزیدہ بندوں کا ایک پاک گروہ تھا جن کی زندگیوں میں حرف رکھنے کا کوئی بھی موقع نہ تھا مگر انہوں نے کیسے کیسے طوفان کھڑے کر لئے ہیں - پس سوچنے کا مقام ہے کہ وہاں تو کچھ بھی ایسا موقع نہ تھا تو بھی کیا کچھ بنا لیا گیا - مگر یہاں تو ہزاروں قسم کی کمزوریاں موجود ہیں - پس ابھی وقت ہے کہ سنبھل جاؤ اور آئندہ نسلوں کے واسطے اچھا نمونہ چھوڑو - ایسا نہ ہو کہ آئندہ نسلیں تمہارے نمونہ سے ٹھوکر کھائیں اور تم بجائے اس کے کہ اپنے واسطے خیر جاریہ چھوڑ مرو شر جاریہ چھوڑو - خدا تعالےٰ توفیق دے کہ تم میری باتوں پر غور کرو - اور عمل کرو - آمین۔

خطبۂ جمعہ

از حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳ - اپریل ۱۹۰۸ء مسجد اقصٰی

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله ط اما بعد - اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ - وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ - اَللّٰهُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ - (حزب المقبول صفحہ ۸۴)

متواتر کئی جمعوں سے میں یہ بات سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ انسان کو نماز کس طرح سے سنوار کر پڑھنی چاہیئے - چنانچہ آج بھی نماز کے آخر میں جو دعا ہے اس کا ذکر کرتا ہوں - حدیث شریف سے ثابت ہے کہ درود شریف کے بعد یہ دعا بھی نماز میں پڑھی جایا کرے - نماز کے پہلے مراتب آذان سے لیکر اس دعا سے پہلے تک بیشتر کے جمعوں میں بیان کئے جا چکے ہیں - بعض آئمہ ایسے بھی گذرے ہیں کہ جنھوں نے اس دعا کا پڑھا جانا مستحب یا مسنون کے درجہ سے بڑھکر واجب قرار دیا ہے - اور اسی پر اُن کا عمل ہے۔

انسان بہت بڑے بڑے ارادے کرتا ہے - بچپنے سے نکل کر جب جوانی کے دن آتے ہیں اور جوں جوں اسکے اعضا نشو و نما پاکر پھیلتے ہیں اور قویٰ مضبوط ہوتے ہیں اس کے ارادے بھی وسیع ہوتے جاتے ہیں - ایک بچہ رونے اور ضد کرنے کے وقت ماں کی گود میں چلے جانے یا دودھ پی لینے سے یا تھوڑی سی شیرینی یا کسی تماشے کھیل سے خوش ہو سکتا ہے اور اس کے بہلانے کے واسطے بہت تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے یا یوں کہو کہ ایک بچے کی خوشی اور خواہشات کا منزل مقصود بہت محدود ہوتا ہے - مگر جوں جوں وہ ترقی کرتا اور اس کے قویٰ مضبوط ہوتے جاتے ہیں

توں توں اُس کے ارادوں اور خواہشات کا میدان بھی وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن شریف کی اس آیت اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ؕ کا مصداق بن جاتا ہے اس دور کا پہلا درجہ ۱۸ سال کی عمر ہوتی ہے اس وقت انسان میں عجیب عجیب قسم کی اُمنگیں پیدا ہوتی ہیں ایسے وقت میں جبکہ انسان کے قویٰ بھی مضبوطی اور استوائی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور اس کے ارادے بھی بہت وسیع ہو جاتے ہیں رسول اکرمؐ نے ہر نمازی کو جن میں یہ لڑکا بھی داخل ہے طول امل اور ھموم و غموم سے پناہ مانگنے کے واسطے حکم دیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ایک چارکونہ شکل کھینچی اور اس کے وسط میں ایک نقطہ بنا کر فرمایا کہ یہ نقطہ انسان ہے اور دائرہ سے مراد اجل ہے یعنے انسان کو اجل احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور پھر انسانی امانی اور آرزوئیں اس سے بھی باہر ہیں یہ سچی بات ہے کہ انسان بڑے بڑے لمبے ارادے کرتا ہے۔ جو سینکڑوں برسوں میں بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ مگر اس کی اجل اسے ان ارادوں تک پہنچنے سے پہلے ہی دبا لیتی ہے۔

غرض انسان چونکہ بہت لمبے ارادے کر لیتا ہے اور پھر اُن میں کامیاب نہیں ہوتا تو اس ناکامی کی وجہ سے انسان میں ھَمّ یعنے غم پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو لمبے ارادے کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اَعُوذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ کے یہی معنے ہیں کہ اے خدا میں ان موجبات سے ہی تیری پناہ مانگتا ہوں جو ھم کا باعث ہوتے ہیں۔

پھر بعض اوقات انسان ناکامی کے وجوہات تلاش کرتے کرتے گذشتہ امور میں غور کرنے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں آج سے دو سال پہلے یا چار سال پیشتر اس طرح سے عمل درآمد کرتا تو آج مجھے اس ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا اگر ایسا ہوتا تو میں کامیاب ہو جاتا۔ اس طرح کے غم کا نام جو گذشتہ غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے شریعت نے **حزن** رکھا ہے۔ اور اس سے پناہ مانگنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے بئس المطیۃ لو۔ لو (اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہو جاتا اور یوں ہوتا تو یوں ہو جاتا) بہت بُری چیز۔ اور نقصان رسان لفظ ہے۔ اس طرح اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ ؕ کے یہ معنے ہوئے کہ یا الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان بواعث اور موجبات سے جن کا نتیجہ ھم اور حزن ہوتا ہے۔ یعنے نہ تو مجھ میں بے جا اور لمبے ارادے پیدا ہوں اور نہ میں کاوش اور لَوْ کا استعمال کروں۔ مطلب یہ کہ نہ مجھے موجودہ ناکامی کی وجہ سے کوئی غم ہو اور نہ گذشتہ کسی تکلیف کا خیال مجھے رنجیدہ اور ستانے کا باعث ہو سکے۔

اس دعا کے سکھانے سے غرض اور انسان کیواسطے سبق یہ مدنظر ہے کہ انسان بہت **طول امل** سے پرہیز کرتا رہے۔ اور گزشتہ مصائب کو یاد کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالے۔ کیونکہ جب انسان ھم اور **حزن** میں ڈوب جاتا ہے تو آئندہ ترقیوں کی راہیں بھی اس کے واسطے بند و مسدود ہو جاتی ہیں۔ ھم اور حزن سے فرصت ملے نہ یہ حصول خیر اور دفع شر کے لئے کوئی تجویز سوچے۔

پس اسی لئے انسان کو پھر یہ دعا سکھائی گئی کہ اعوذبک من العجز والکسل۔ **عجز** کہتے ہیں اسباب کا مہیّا نہ کرنا۔ جو سامان اللہ تعالیٰ نے کسی حصول مطلب اور دفع شر کے واسطے بنائے ہیں اُن کا مہیا نہ کرنا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر رہ **جانے** کو عجز کہتے ہیں۔ بقدر طاقت۔ بقدر امکان۔ بقدر فہم اور علم کوشش ہی نہ کرنا۔ اور تدبیر ہی نہ کرنا یہی عجز ہے۔ **توکل** اسے نہیں کہتے۔ **دیکھو** آنحضرتؐ جو کہ اعلم الناس۔ اخشی للہ اور اتقی الناس تھے اُن سے بڑھکر بھی بھلا کوئی انسان ہو سکتا ہے تو جب اُن کو بھی یہ حکم ہوتا ہے کہ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ آنحضرتؐ کی پاک اور بے لوث زندگی جو ہمارے واسطے قرآن شریف اور اس کے کُل احکام کا ایک عملی اور زندہ نمونہ موجود ہے اُس میں غور کرنے سے ہرگز ہرگز ایسا کبھی ثابت نہیں ہوگا کہ آپؐ نے بھی کبھی **توکل** کے یہ معنے کئے ہوں جو آج کل بدقسمتی سے سمجھے گئے ہیں۔ **توکل** کے غلط معنوں کی وجہ سے ہی تو مسلمانوں میں سستی اور کاہلی گھر کر گئی۔ اور ان میں سے بعض ہاتھ پاؤں توڑ کر لوگوں کا محنت اور جانفشانی سے کمایا ہوا مال کھانے کی تدابیر سوچنے لگے۔

ہندوستان میں **بارہ** ۱۲ ریاستیں ہمارے دیکھتے دیکھتے تباہ ہو گئی ہیں۔ کئی مُعزز گھرانے مرتد اور بے دین ہو گئے ہیں۔ اسلام پر اعتراضات کا آرا چلتا ہے مگر کسی کو گھبراہٹ نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ لوگ اپنے اپنے نفسانی **ھم و حزن** میں مُبتلا ہیں اور سچے اسباب اور ذرائع ترقی کی تلاش سے محروم و بے نصیب ہیں۔ پس دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ **عجز** سے بچاوے اور بقدر فہم و فراست تہیۂ اسباب کرنا ضروری ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ **مشورہ** کرنا چاہیئے۔ قرآن شریف کا حکم ہے کہ اَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ مشورہ کرنا ایسا پاک اصول ہے کہ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور برکت عطا ہوتی ہے۔ اور انسان کو ندامت نہیں ہوتی۔ مگر **خود پسندی** اور **کبر** ایسی امراض ہیں کہ انھوں نے شیطان اور انسان دونو کو ہلاک کر دیا ہے۔ **دیکھو ہر انسان** ایسی پختہ عقل اور فہم رسا کہاں رکھتا ہے کہ خود بخود اپنی عقل سے ہی ساری تدابیر کر لے اور کامیاب ہو جاوے۔ یہ ہر ایک انسان کا کام نہیں۔ اسی واسطے مشورہ کرنا ضروری رکھا گیا۔ ناتجربہ کار تو ناتجربہ کار ہی ہے مگر اکثر اوقات بڑے بڑے تجربہ کار بھی مشورہ نہ کرنے کی وجہ سے سخت سے سخت ناکامیوں میں مبتلا ہو کر بڑی بڑی ندامتیں برداشت کرتے ہیں۔

پس خود کو موجودہ ناکامیوں کے بہت فکروں میں ہلاک نہ ہونے دو۔ اور نہ گذشتہ کاہلیوں اور فروگذاشتوں کے خیال سے اپنے آپ کو عذاب میں ڈالو بلکہ **سچے اسباب** کی تلاش کرو۔ اور مشوروں سے کام لو۔

الکسل۔ کسل عربی میں کہتے ہیں کہ اسباب موجود ہوں مگر اُن سے کام نہ لیا جاوے سامان مہیا ہیں مگر اُن سے فایدہ نہ اُٹھایا جاوے۔ مثلاً کتاب موجود ہے مدرس اور مولوی پڑھانے کے لئے موجود ہیں مگر علم کا حاصل نہ کرنا کسل ہے۔ یا مثلاً اگر علم ہو پر عمل نہ کیا جاوے۔ **آنکھ** خدا نے دی ہے مگر حق کی بینا نہیں نہ اُس سے کتاب اللہ کو پڑھے اور نظر عبرت سے عبرت خیز نظاروں کو دیکھے۔ **کان** دیئے ہیں مگر وہ حق کے شنوا نہیں۔ **زبان**۔ خدا نے دی ہے مگر وہ حق کی گویا نہیں۔

غرض عجز تو کہتے ہیں اسباب کا مہیا ہی نہ کرنا۔ اور کسل کے معنے ہیں کہ مہیّا شدہ اسباب سے کام نہ لینا۔

اور یہ دونو قسم کے اخلاق رزیلہ اور کمزوریاں نتیجہ ہوتی ہیں ھم اور **حزن** کا۔ کیونکہ جب انسان ھم و حزن میں ڈوب جاتا ہے تو اُسے پھر نہ تو آئندہ کسی ترقی اور خوشی کے حصول کے اسباب مہیّا کرنے اور شر سے بچنے کی کوشش کرنے کی توفیق اور وقت و فرصت ملتی ہے اور نہ ہی وہ کسی قسم کے خوشی و راحت کے اسباب سے کام لیکر نتیجہ اور پھل کا وارث بن سکتا ہے۔

اسی واسطے شریعت اسلام جو کہ عین فطرت انسانی کے مطابق خالق فطرت خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس میں اس دعا کے ذریعہ سے ان

رزائل سے بچنے کی کوشش کرنے اور پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے اور سکھایا گیا ہے کہ کسی ایک ناکامی سے ایسا متاثر ہونا اور یسی کے ہم و حزن میں مبتلا اور قید ہو کر ایسا رہ جانا کہ آئندہ کوئی ترقی ہی نہ کر سکے نہ اسلام کا منشا ہے اور نہ مسلمانوں کی راہ۔ بلکہ مسلمان ایسی بودی روکوں اور کچی رکاوٹوں کی پرواہ نہ کر کے الخیر فی ما وقع کے پاک مقولہ کی یاد سے شاد ہوتا ہوا آئندہ ترقیوں کی تدابیر میں بڑی بلند پروازی اور اطمینان سے کوشاں ہو جاتا ہے۔ اور مومن ایسا ہوشیار ہوتا ہے کہ کامیابی کے کل وسایل اور پاک اصول کو وہ خود مہیّا کرتا اور پھر اُن سے کام لینے کا کوئی بھی دقیقہ اور کسر باقی نہیں رہنے دیتا۔۔۔

غرض اس دعا کی تہ میں ایک باریک قسم کی تعلیم ہے جو مسلمانوں کو حد درجہ کا ہوشیار۔ چالاک۔ اور شجاع بناتی اور سستی اور کاہلی سے نفرت دلاتی ہے۔

میں اُن لوگوں کو جو حضرت اقدس ؑ کی اتباع میں ہمارے ساتھ شامل ہیں خصوصیت سے تاکید کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم لوگوں نے **اپنا ملک** چھوڑا۔ وطن چھوڑے۔ خویش و اقارب یار و دوست چھوڑے۔ قوم سے الگ ہوئے۔ اور ان کے سخت سے سخت فتووں کے نیچے آئے۔ بے دین۔ کافر۔ مرتد۔ ضال۔ مضل کہلائے ہو۔ اگر تم بھی **علم میں** اور پھر **عمل میں۔ دین میں** اور **ایمان** میں اپنا اعلےٰ نمونہ نہ دکھاؤ اور بیّن ثبوت نہ دو کہ واقعی تم نے خدا کی طرف قدم اُٹھائے ہیں بے نظیر ترقی کی ہے۔ اور تمہارے **افعال**۔ تمہارے **اقوال**۔ تمہارے **ظاہر**۔ تمہارے **باطن**۔ تمہاری زندگی کی موجودہ روش۔ لباس۔ پوشاک۔ خوراک اس امر کی پکار کر گواہی نہ دے اُٹھیں کہ واقعی تم نے **دین کو دنیا** پر مقدم کیا ہے اور تمہارے اعمال کی حالت پاکیزگی تمہارے ایمان کے نہایت مضبوط اور غیر متزلزل ہونے اور تمہاری معتقدات کے صحیح ہونے پر **شاہد ناطق** نہ ہو اور تم میں اور تمہارے غیروں میں ایک **نور** اور **مابہ الامتیاز** پیدا نہ ہو جاوے تو بڑے ہی **افسوس اور شرم** کا مقام ہے۔

حضرت نبی کریم ؐ جو کہ اعلم الناس تھے اُن کو حکم ہوتا ہے کہ رب زدنی علماً کی دعا کیا کرو۔ تو پھر اُمتی کون ایسا ہے جو دعوٰی کرے کہ مجھے **علم کی۔ عمل کی۔ مشورہ کی۔ سیکھنے کی۔ سننے کی۔** اور **صحبت** پاک کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ غلط راہ ہے اور بالکل غلط طریق ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ و اعوذ بک من البخل و الجبن۔ ظاہر ہے کہ جب انسان اپنی مصیبتوں کے رونے روتا رہے اور نہ کام کرے نہ کوشش کرے نہ سامان مہیا کرے اور نہ ان سے کام لے بلکہ ہاتھ پاؤں توڑ لنگڑے لولوں کی طرح بے دست و پا ہو کے۔ سُست اور کاہلوں کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہو جاوے تو آسودگی خوشحالی اور مال و دولت جو کہ کمانے سے محنت اور کوشش کرنے سے انسان کو ملتی ہیں اس کے پاس کہاں سے آجاوے گی۔ اور یہ صاف بات ہے کہ **جو آگ کھاوے گا انگارے ہگے گا۔ جیسا کرے گا ویسا پاوے گا۔ جو بوئے گا سو کاٹیگا۔** ایسا انسان جو کچھ کرتا ہی نہیں۔ روپیہ کمانے اور روپیہ آنے اور امیر بننے کی جو راہیں خدا نے بنائی ہیں اُن کا علم ہی حاصل نہیں کرتا اور اُن کی پرواہ ہی نہیں کرتا تو اُس کے پاس روپیہ اور مال و دولت کہاں سے آویگا۔ ظاہر ہے کہ وہ **مفلس** اور **محتاج** ہوگا۔ اور **افلاس اور احتیاج** کا نتیجہ اُسے بھگتنا پڑے گا جو کہ لازماً **بخل** اور **جُبن** ہوتا ہے۔

یاد رکھو کہ ہم اور حزن کا نتیجہ **عجز** اور **کسل** ہوتا ہے اور **عجز** اور **کسل** کا نتیجہ **افلاس** اور **احتیاج** کی معرفت **بخل** اور **جُبن** ہوا کرتا ہے۔

پس کیسی عجیب راہ مسلمانوں کو بتائی گئی ہے کہ اللہ کے حضور دعا کیا کریں اور **قبولیت دعا** اور **جذب فیضان** کے واسطے چونکہ انسان کو خود بھی حتی المقدور کوشش اور سعی کرنا اور خدا کی بتائی ہوئی راہوں پر کاربند ہونا لازمی ہے لہذا خود بھی ان رزائل سے بچنے کی حتی الوسع کوشش کرے اور پھر نتیجہ کے واسطے خدا کے حضور التجا کرے۔

بخل سے مراد مالی بخل۔ خیالات پاکیزہ کے اظہار کا بخل۔ علم و عمل کا بخل۔ غرض کسی کو نفع نہ پہنچانا خواہ وہ کسی ہی رنگ میں ہو بخل کہلاتا ہے۔

جُبن = بُزدلی۔ جو کہ انسان میں فطرتاً کسی نہ کسی قسم کی کمزوری یا نقص ہونے کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔

آج اس زمانہ میں علاوہ مالی بخل اور جبن کے **اظہار خیالات کے مادہ اور طاقت** کا نہ ہونا۔ علم جو کہ ایک طاقت اور جرأت کا بڑا بھاری باعث اور موجب ہوتا ہے اس کا نہ ہونا۔ **موثر** پیرایوں میں اپنے عندیہ کو مدلل اور مبرہن نہ کر سکنا۔ قوت بیانی کا نہ ہونا ان سب کا نام ہے بخل۔ اور پھر ان کے عدم کی وجہ سے انسانی حالت جو کہ فطرتاً اس کمی اور کمزوری کی وجہ سے اپنے اندر ہی اندر ایک قسم کا ضعف محسوس کرتی ہے اور مخالف خیالات کے لوگوں سے مقابلہ کرنے سے پرہیز کرتی ہے۔ اس حالت کا نام **جبن** یعنے بُزدلی ہے۔

ورنہ اب کوئی تیر و تلوار کی لڑائی تو ہے نہیں۔ اور اُن جنگوں کے واسطے بھی جس جرأت اور بہادری اور دلیری کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی انہی صفات کے ماتحت ہوتی ہے۔ وہاں بھی علم کی ضرورت ہے۔ جو کہ ایک طاقت ہے۔

غرض ہم نے تو بارہا اس نقص کے رفع کرنے کے واسطے کوشش کی ہیں۔ بلکہ انجمن تشحیذ الاذہان میں اس قسم کے طلباء کے واسطے انعامات بھی مقرر کئے ہیں تاکہ ہمارے نوجوانوں کو **بولنے کی عادت** ہو۔ اور اُن میں ایک **ایسا ملکہ** پیدا ہو جاوے جس سے وہ آزادی اور صفائی سے اپنا عندیہ اور خیالات کا اظہار دوسروں پر کر سکیں۔ اور ان کو حق کے پہنچانے اور تبلیغ دین کے لئے موثر پیرایوں سے طاقت بیانیہ حاصل ہو جاوے۔ اور خاص مضمون پر لیکچر دینے اور اسی کے حدود کے اندر تقریر کرنے کی طاقت ہو جاوے مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔

یاد رکھو کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس وقت تیر و تفنگ اور بندوق توپ اور قواعد جنگ و فنون حرب سے واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس زمانہ کے مناسب حال ہتھیار یہی ہوگا اور صحیح علم کی زبردست طاقت اور تقریر اور قوت بیان اور عجیب در عجیب پیرایوں سے اپنے خیالات کو مدلل اور مبرہن کر کے اپنے دشمنوں پر حجت پوری کرنے کے زبردست اور تیز ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ فتدبروا۔

واعوذبک من غلبۃ الدین و قہر الرجال = صاف بات ہے کہ جب انسان میں افلاس ہوگا۔ ضرورتیں مجبور کریں گی۔ قحط گرانی اشیاء۔ کپڑا۔ غلہ۔ دال۔ گوشت۔ دودھ تعلیم سب چیزیں گراں ہونگی تو انسان جس کا گذارہ اُن کے سوا ہو نہیں سکتا مجبور ہوگا کہ کسی سے **قرض** لے۔ اور طرح طرح کی تدابیر

حصول قرض کے واسطے اسے عمل میں لانی پڑیں گی۔ اور اس طرح سے وہ قرض کی مصیبت میں مبتلا ہو جاویگا۔ پھر چونکہ آمدنی کے ذرائعہ تو محدود ہیں اور آمد خرچ سے کم ہے قرض کے ادا کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آوے گی۔ لوگ قرضخواہ تنگ کریں گے۔ سختی کریں گے۔ مقدمات کریں گے۔ ڈگریاں کرائیں گے۔ قرقیاں ہونگی۔ لوگ گلے میں کپڑا ڈالیں گے۔ غرض اس طرح سے حالت بہت خطرناک اور نازک ہو جاویگی۔ اس واسطے دعا کرنی چاہئے کہ خدا ان سب باتوں سے بچاوے اور ہم و حزن سے محفوظ رکھے۔ سچے اسباب مہیا کرنے اور پھر اُن سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ **بخل** اور **جبن** اور پھر ان کے بدنتائج **قرض** اور **قہر الرجال** سے حفاظت میں رکھے۔ **رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا ہے کہ مومن متقی کی مثال اُس پرند کی ہے کہ تغدو اخماصاً وتروح بطانا۔

اپنے گھونسلے میں دانہ جمع نہیں رکھتا۔ مگر وہ بیکار اور بے دست و پا ہو کر بھی اپنے ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھ رہتا۔ باہر جاتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آشیان میں آتا ہے۔ پس مومن کے واسطے بھی اس میں ایک سبق رکھا ہے۔ اور **توکل** کے معنے بتائے گئے ہیں۔ جس طرح سے پرندہ کے گھر میں دانہ جمع نہیں ہے۔ مگر وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ بھی نہیں رہتا بلکہ گھونسلے سے باہر جاتا ہے محنت مشقت کرتا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی محنت کرنی چاہئے۔ تاکہ اس کی ضرورتیں اس کے واسطے بھی مہیا کی جاویں۔

وہ کاہل اور سُست انسان جو کہ توکل کے جھوٹے معنے گھڑ کر توکل کی آڑ میں ایسا کرتے ہیں سوچیں اور غور کریں۔

پس ایسے انسان جبکہ اُن کی ضرورتیں اُن کو مجبور کرتی ہیں۔ مکان۔ لباس۔ خوراک اور بیوی بچوں کی ضروریات اُن کو مجبور کرتی ہیں تو وہ اس فکر میں لگ جاتے ہیں کہ کوئی اُلّو مل جاوے۔ اور اُنکا کام ہو جاوے۔ کسی کی کمائی ان کو مفت میں ملجاوے۔ غرض اس طرح سے ناجائز طریق سے کوشش کرکے قرض لیتے اور پھر جب ادا ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو **کتے کے کان کاٹ کر بلّے کے اور بلّی کے کاٹ کر کتے کے** لگاتے پھرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے اور ایک سے لیکر دوسرے کو اور دوسرے سے لیکر تیسرے کو دیتے ہیں۔ ایسی ایسی چالاکیاں اُن کو کرنی پڑتی ہیں۔

غرض یہ بہت خطرناک حالت ہے۔ پس تم کوشش کرو۔ حق پہنچاؤ اور ضرور پہنچاؤ۔ ہم و حزن سے کچھ نہیں ہوتا۔ کوشش سے کچھ ہوتا ہے کوشش کرو۔ اور خدا سے دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے۔ اور فضل کرے آمین۔

جلسہ کے بعد

الحمد للہ نحمدہٗ و نستعینہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ الخ۔ اذکروا اللہ یذکرکم و ادعوہ یستجب لکم۔

اللہ تعالیٰ کو جتنا جتنا تم یاد کرو گے وہ بھی تمہیں یاد کرے گا اور تمہاری عزت اور بزرگی بڑھائے گا۔ اگر تم اعلاء کلمۃ اللہ میں دل و جان سے کوشش کرو گے۔ خدا کی باتیں لوگوں کو پہنچاؤ گے تو یہ قاعدہ کی بات ہے کہ حق کو اور حق کے پہنچانے والوں کے لوگ دشمن ہو جایا کرتے ہیں۔ قسما قسم کی تہمتیں اور الزام لگائے جاتے ہیں۔ اصل میں یہ سب اس واسطے ہوتا ہے کہ شیطان کو فکر پڑ جاتی ہے کہ اس طرح میرا کام بگڑ جائے گا۔ لہذا وہ سر توڑ کوشش کرتا ہے اور حق کو کے مقابلہ کے واسطے اپنے پورے ہتھیاروں سے آموجود ہوتا ہے۔ تاکہ حق ظاہر نہ ہو۔ مگر آخر کار حق غالب آجاتا ہے اور سچائی کی فتح ہوتی ہے اور شیطان ہلاک اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ پس تم بھی کوشش کرو کہ حق کے پہنچانے والے بنو۔ اور پھر اُن مشکلات پر صبر کرنیوالے ہو جو حق کے پہنچانے میں لازمی ہوتے ہیں۔ اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک۔ مالی مشکلات کے وقت انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ حلال و حرام کی تمیز اُٹھ جاتی ہے اور انسان پرواہ نہیں کرتا کہ آیا میں جائز ذریعہ سے پیٹ بھر رہا ہوں کہ ناجائز طریق سے۔ غرض فقر و فاقہ ایک ایسی مصیبت ہوتی ہے کہ انسان کو **حلال و حرام** میں فرق بھی نہیں کرنے دیتی۔ حدیث میں آیا ہے کہ حرام کھانے والے کی دعا کبھی قبول نہیں ہوتی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان پر اگر ایک بڑے پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو جاوے۔ تو اللہ تعالےٰ اس دعا کے ذریعہ سے اُس کے ادا کرنے کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ اور اس طرح سے انسان قرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

پس اگر انسان سے خطا پر خطا اور چوک پر چوک ہی ہوتی گئی ہے اور یہ ابتدائی مشکلات سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکا۔ اور **ہم و حزن** کے نتائج کا خمیازہ اُٹھا کر عجز و کسل میں اور **عجز و کسل** کے نتائج بد بھگتنے کے لئے **بخل** اور **جبن** اور آخر کار **قرض** کی مصیبت میں مبتلا ہو ہی گیا ہے تو بھی اس کے واسطے ایک ذریعہ بچاؤ کا اور ہے اور وہ **دعا** ہے۔ اگر انسان کو دعا اپنے تمام لوازم اور شرائط کے ساتھ نصیب ہو جاوے تو انسان کی خوش قسمتی ہے۔ اور مصائب سے نجات پا جانے کی ایک یقینی راہ ہے۔

نیز موجودہ زمانے میں دُنیا طلبی اور دُنیا کمانے کی کچھ ایسی ہوا چلی ہے کہ جس کو دیکھو اسی دُھن میں لگا ہے۔ اور جسے ٹٹولو اسی فکر میں حیران و سرگردان ہے۔ کوئی محکمہ کوئی سوسائٹی ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ تک ماتحت سے افسر تک حاکم سے بادشاہ تک جسے دیکھو دُنیا کی فکر میں لگا ہے۔ ضروریات کے وقت جائز و ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی بلکہ بلا امتیاز حلال و حرام اکٹھا کرنے کی کوشش اور فکر کی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے **حضرت امام** علیہ الصلواۃ والسلام نے بھی اس امر کو محسوس کر کے اس زمانہ کے مناسب حال اقرار لیا کہ **میں دین کو دُنیا پر مقدم کروں گا**۔

پس آخر کار ان مشکلات کے واسطے اس دعا میں ہی یہ راہ بتائی کہ دعا کرے اور بات بھی یہی حق ہے کہ دعا ہی سے بیڑا پار ہوتا ہے۔

قرآن شریف سُنو۔ اور عمل کی غرض سے سُنو۔ نفس کا دخل مت دو۔ اور خدا سے دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق دے اعمال صالحات کی اور شر اور گناہ سے بچنے کی۔ آمین۔

قیمت اخبار کس کی ہے۔

ایک روپیہ نو آنہ کا وی پی مورخہ ۲ر اپریل ۱۹۰۸ء کو احمد الدین صاحب کی طرف سے وصول ہوا ہے۔ ہم کو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ قیمت کونسے احمد الدین صاحب کی ہے۔ اس لئے جس صاحب نے یہ وی پی وصول کیا ہو۔ مطلع فرماویں۔

کیا حضور جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر ڈاکخانہ جات اس تکلیف سے پبلک کو نکالنے کے لئے پرانے فارم جاری نہ کرینگے۔

منیجر

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا